قسط ۲

احمد رضا خاں بریلوی

ڈاکٹر محمد مسعود احمد

(۳)

عقائد و افکار میں مولانا بریلوی متقدمین اور سلف صالحین کے پیرو تھے، انہوں نے اپنے دور میں سیاست و مذہب میں تجدید و احیاء کے فرائض انجام دیئے۔ غالباً اسی لئے بعض علماء عرب نے ان کو مجدد کہا ہے۔ چنانچہ حافظ کتب الحرم سید اسمٰعیل خلیل مکی لکھتے ہیں:۔

لو قیل فی حقہ انہ مجدد ھذا القرن لکان حقاً و صدقاً[1]

(ترجمہ) اگر ان کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کے مجدد ہیں تو یہ بات صحیح اور سچی ہوگی۔

مولانا بریلوی کلمہ گو کو مسلمان قرار دیتے تھے مگر[2] وہ روح اسلام کو اس کے قول و عمل میں جیتا جاگتا دیکھنا چاہتے تھے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ تاریخ کے تہذیبی و تمدنی عمل کے پیش نظر وہ اس حد تک چھوٹ دیتے تھے۔ جس حد تک قول و عمل شریعت سے متصادم نہ ہوں۔ وہ ہر اس شخص کو جو دین میں نئی نئی باتیں داخل کرتا ہے، بدعتی قرار دیتے تھے[3] اور اس شخص کا تعاقب

۱۔ احمد رضا خاں: حسام الحرمین، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء ص ۵۱۔ سید عبدالقادر طرابلسی اور شیخ موسیٰ علی شامی۔ نے بھی مجدد لکھا ہے (الفیوضات الملکیہ، مطبوعہ کراچی، ص ۸۲، ۲۶۲)۔

۲۔ احمد رضا خاں: السنیۃ الانیقہ فی فتاوی افریقہ (۱۳۳۶ھ/۱۹۱۷ء) مطبوعہ بریلی، ص ۱۵۴۔

۳۔ احمد رضا خاں: اعلام الاعلام (۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء)، مطبوعہ بریلی، ص ۱۵۔

کرتے تھے جو ان کی نظر میں تجدید کے بہانے بے راہ روی اختیار کرتا تھا۔

مولانا بریلوی نے معاشرے کی خلافِ شرع عادات و رسوم پر تنقید کی ہے۔ اور اس طرح تجدید و اصلاح کی ذمہ داری پوری کی۔

اسلامی معاشرے کے بعض افراد، فرائض و سنن کو چھوڑ کر مستحبات و مباحات کے پیچھے لگے رہتے ہیں، مولانا بریلوی کی نظر میں ایسے لوگوں کی نیکیاں شریعت کی نظر میں مردود ہیں[۴] بعض لوگ شریعت و طریقت کو الگ الگ خانوں میں تقسیم کرتے ہیں، مولانا بریلوی اس تقسیم کو سختی کے ساتھ رد کرتے ہیں اور طریقت کو عین شریعت قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"شریعت کے سوا سب راہوں کو قرآن عظیم باطل و مردود فرما چکا"[۵] عام طور پہ یہ خیال پایا جاتا ہے کہ جس کا کوئی پیر یا مرشد نہیں، اس کا پیر ابلیس ہے، مولانا بریلوی اس خیال کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"انجام کار رستگاری .... کے واسطے صرف نبی کو مرشد جاننا بس ہے"[۶]۔

لیکن وہ بیعت و مریدی کے خلاف بھی نہیں بلکہ اصلاح باطن کے لئے اس کو مفید قرار دیتے ہیں[۷]۔

۴۔ احمد رضا خاں: اعز الاکتناہ فی رد صدقۃ مانع الزکوۃ (۱۳۰۹ھ/۱۸۹۱ء) مطبوعہ بریلی ص ۱۰-۱۱

۵۔ احمد رضا خاں: مقال العرفاء باعزاز شرع و علماء (۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء) مطبوعہ کراچی ص ۷

۶۔ احمد رضا خاں: السنیۃ الانیقہ، مطبوعہ بریلی، ص ۱۲۴۔

۷۔ احمد رضا خاں: السنیۃ الانیقہ، مطبوعہ بریلی، ص ۱۴۱۔

نوٹ:۔ مولانا بریلوی ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں شاہ آل رسول مارہروی (م ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء) سے بیعت ہوئے اور اجازت و خلافت حاصل کی۔ ان کو ۱۳ سلاسل طریقت میں اجازت حاصل تھی جس کا انہوں نے الاجازۃ الرضویہ میں ذکر کیا ہے۔

(احمد رضا خاں: الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکۃ البہیۃ، ص ۲۱۶ - ۳۱۸۔

عام طور پر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ مسلمان بزرگوں کے مزارات پر جاکر سجدے کرتے ہیں۔ مولانا بریلوی نے غیر اللہ کے لئے سجدۂ عبادت کو کفر و شرک اور سجدۂ تعظیمی کو حرام قرار دیا ہے۔

چنانچہ سجدۂ تعظیمی کے خلاف اپنے ایک مستقل رسالے میں وہ لکھتے ہیں :۔

"سجدہ، حضرت عزت عز جلالہ کے سوا کسی کے لئے نہیں، اس کے غیر کو سجدۂ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مبین و کفر مبین اور سجدۂ تحیت حرام و گناہ کبیرہ بالیقین"(۸)۔

آج کل پڑھے لکھے مسلمانوں کے گھروں میں تصویریں لگانے اور مجسمے سجانے کا عام رواج ہو گیا ہے۔ بعض ان پڑھ مسلمان تبرکاً براق کی تصویریں بھی لگاتے ہیں، مولانا بریلوی نے اس کی سختی سے ممانعت کی ہے۔ البتہ نعلین مبارک اور قبہ شریف کے عکس کو جائز و مستحسن قرار دیا ہے(۹)۔

مسلمانوں میں فاتحہ، سوم، چہلم، برسی وغیرہ کا رواج عام ہے، مولانا بریلوی نے اس کی روح کو جائز قرار دیا ہے لیکن اس میں غیر ضروری لوازمات کو بے اصل۔ وہ تعیین یوم کو آسانی و سہولت کے لئے جائز سمجھتے ہیں اور اس خیال کو غلط تصور کرتے ہیں کہ متعین دنوں میں زیادہ ثواب ملتا ہے(۱۰)۔ اسی طرح وہ نیت کو ایصال ثواب کی روح تصور کرتے ہیں اور اس رسم کی تائید نہیں کرتے کہ اہتمام کے ساتھ کھانا سامنے لاکر رکھا جائے، ان کے نزدیک اس کو ضروری سمجھ کر کرنا جائز نہیں البتہ سامنے رکھنے میں مضائقہ بھی نہیں کہ ایصال کے بعد فوراً تقسیم کردیا جائے۔ میت کی فاتحہ و ایصال ثواب میں وہ غربا و مستحقین کو فوقیت دیتے ہیں اور اس کے خلاف ہیں کہ امیروں اور برادری کے لوگوں کو بلاکر اہتمام سے کھانا کھلایا جائے(۱۱)۔

۸۔ احمد رضا خاں : الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیہ، مطبوعہ بریلی، ص ۵

۹۔ احمد رضا خاں : شفاء الوالہ فی صور الحبیب و مزارہ و نعالہ (۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء) مطبوعہ بریلی۔

۱۰۔ احمد رضا خاں : الحجۃ الفائحۃ لطیب التعیین والفاتحہ (۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء) مطبوعہ بریلی ص ۱۴۔

۱۱۔ محمد مصطفےٰ رضا خاں : الملفوظ، حصہ سوم (۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء)، مطبوعہ علی گڑھ، ص ۴۵۔

دور جدید کی بدعات میں عورتوں کا بے محابا گھومنا پھرنا، نامحرموں کے سامنے آنا، میت کے گھر جمع ہو کر کھانا پینا، رہنا سہنا، زیارت قبور کے لئے قبروں پر جانا اور نامحرم پیروں کو محرم سمجھ کر ان کے سامنے آنا عام ہے۔ مولانا بریلوی نے ان بدعات کی مخالفت کی۔ ایک سوال کے جواب میں کہ عورت اپنے محارم اور غیر محارم کے ہاں جا سکتی ہے یہ رسالہ تصنیف کیا۔

مروج النجا لخروج النساء

۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء

میت کے گھر عورتوں اور مردوں کا جمع ہو کر کھانا پینا اور میت کے گھر والوں کو زیر بار کرنے کے عدم جواز کا فتویٰ دیتے ہوئے یہ رسالہ لکھا:

جلی الصوت لنہی الدعوت امام الموت

۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۲ء

زیارت قبور کے لئے قبرستان جانے کی عورتوں کو سختی سے ممانعت کی اور یہ رسالہ لکھا:

جمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور

۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۰ء

مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر حاضری کو مستثنیٰ قرار دیا کیونکہ عورتوں اور مردوں کا اس دربار میں حاضر ہونا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ البتہ بزرگان دین کے مزارات پر حاضری سے منع کیا ہے حتیٰ کہ خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ کے مزار پر جانے سے بھی عورتوں کو روکا ہے[۱۲]

قبروں پر چراغ جلانے کے لئے پوچھا گیا تو اس کو بدعت اور مال کا ضیاع قرار دیا البتہ اس صورت میں جائز قرار دیا کہ قبر مسجد میں ہو یا سر راہ ہو اور چراغ سے نمازیوں اور مسافروں کو فائدہ

۱۲۔ محمد مصطفےٰ رضا خاں: الملفوظ (۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء) حصہ دوم، مطبوعہ کراچی ص ۱۱۰

پہنچے[۱۲]۔ مولانا بریلوی کے نزدیک جو کام دینی فائدے اور دنیوی نفع جائز دونوں سے خالی ہو وہ عبث و بیکار ہے۔ اور عبث خود مکروہ ہے اور اس میں مال صرف کرنا اسراف اور اسراف حرام ہے۔[۱۳]

قبروں پر لوبان وغیرہ جلانے کے لئے دریافت کیا تو اس کو منع کیا اور اسراف و اضاعت مال قرار دیا اور لکھا کہ اس خوشبو کی میت صالح کو کوئی حاجت نہیں وہ اگر اور لوبان سے غنی ہے۔ صالحین کی قبروں پر چادر چڑھانے کے لئے دریافت کیا تو اس کو مشروط طور پر اس لئے جائز قرار دیا کہ عوام الناس اُن کی طرف متوجہ ہو کر مستفیض ہوں اور وہ بھی صرف ایک چادر، جب پھٹ جائے تو دوسری نہ یہ کہ لامتناہی سلسلہ شروع کر دیا جائے، یہ بہر حال ان کی نظر میں جائز نہیں۔ رسم کے طور پر چادر چڑھانے کو انہوں نے فضول قرار دیا۔ اور لکھا ہے :۔

" جو دام اس میں صرف کریں ولی اللہ کی روح مبارک کو ایصال ثواب کے لئے محتاج کو دیں۔"

آلات موسیقی کے ساتھ خانقاہوں حتیٰ کہ مساجد کے قریب مقابر پر قوالیوں کا عام رواج ہے اعراس وغیرہ میں خاص طور پر اس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ مولانا بریلوی نے اس قسم کی قوالیوں کو ناجائز قرار دیا[۱۵]۔ حتیٰ کہ ایسے اعراس میں شرکت کی ممانعت کی جہاں مزامیر کے ساتھ قوالی کا اہتمام ہو[۱۶]۔ مولانا بریلوی نے اعراس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے مگر اس کو شرعی قیود سے اتنا مقید کر دیا[۱۷] ہے کہ دور جدید کے بیشتر اعراس میں شرکت ان کے منشا کے خلاف معلوم ہوتی ہے کیونکہ اکثر اعراس میں کوئی نہ کوئی شرط معدوم نظر آتی ہے۔

۱۳۔ احمد رضا خاں : ابریق المنار بشموع المزار (۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء) مطبوعہ لاہور، ص ۹ - ۱۰

۱۴۔ احمد رضا خاں : احکام شریعت، حصہ اوّل، مطبوعہ آگرہ، ص ۳۸۔

۱۵۔ احمد رضا خاں : مسائل سماع، مطبوعہ لاہور، ص ۲۴۔

۱۶۔ احمد رضا خاں : احکام شریعت، حصہ اوّل، مطبوعہ آگرہ، ص ۳۳۔

۱۷۔ احمد رضا خاں : مواہب ارواح القدس لکشف حکم العرس (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) مطبوعہ لاہور، ص ۵

شادیوں میں اور شب برات کے موقع پر آتش بازی وغیرہ چھوڑنے کا عام رواج تھا، گو اب کم ہوگیا ہے۔ مولانا بریلوی نے اس کو حرام قرار دیا اور ایسی شادی میں شرکت کی ممانعت کی جہاں محرمات شرعیہ کا ارتکاب ہو۔[۱۸] مولانا بریلوی نے ملّت اسلامیہ کو ہر مرحلے پر اسراف سے روکا ہے جس نے اس کی اقتصادی حالت تباہ کر دی۔ وہ بدعات کو مذہب و معاشرت دونوں کے لئے مضر سمجھتے تھے۔ اس کی وجہ سے انسان میں نیکی کی طرف رغبت کی صلاحیت نہیں رہتی۔ وہ ایک جگہ لکھتے ہیں :۔

"قلب جب تک صاف ہے، خیر کی طرف بلاتا ہے اور معاذ اللہ معاصی اور خصوصاً کثرت بدعات سے اندھا کر دیا جاتا ہے، اب اس میں حق کو دیکھنے، سمجھنے، غور کرنے کی قابلیت نہیں رہتی مگر ابھی حق سننے کی استعداد باقی رہتی ہے"[۱۹]

۴

مولانا بریلوی نے نہ صرف معاشرے کی اصلاح کی بلکہ سیاست میں بھی انہوں نے اہم کردار ادا کیا، ان کے افکار سے میدان سیاست کے شہ سواروں نے فیض حاصل کیا۔ مولانا بریلوی کی سیاسی خدمات پر بعض مؤرخین و محققین نے لکھا ہے مگر بہت مختصر مثلاً ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی،[۲۰] میاں عبدالرشید[۲۱]، سید انور علی ایڈووکیٹ[۲۲] وغیرہ۔ اس پہلو پر سیر حاصل لکھا جا سکتا ہے، پیش نظر مقالے میں تفصیل کی گنجائش نہیں اس لئے اختصار سے کام لیا جاتا ہے۔

مولانا بریلوی کے سیاسی افکار کو سمجھنے کے لئے ان کی مندرجہ ذیل تصانیف کا مطالعہ ضروری ہے:۔

۱۸۔ احمد رضا خاں : ہادی الناس فی رسوم الاعراس (۱۳۱۲ھ/ ۱۸۹۴ء)، مطبوعہ لاہور، ص ۲

۱۹۔ محمد مصطفےٰ رضا خاں : الملفوظ (۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء) حصہ سوم، مطبوعہ علی گڑھ، ص ۵۴۔

۲۰ - ISHTIAQUE HUSSAIN QURESHI : ULEMA IN POLITICS, KARACHI, 1973

۲۱ - MIAN ABDUL RASHEED : ISLAM IN INDO-PAK SUBCONTINENT LAHORE, 1977

۲۲ - SYED ANWAR ALI : MYSTICS AND MONARCHS, KARACHI, 1979

۱۔ انفس الفکر فی قربان البقر (۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ء)

۲۔ اعلام الاعلام بان ہندوستان دار الاسلام (۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء)

۳۔ تدبیر فلاح و نجات و اصلاح (۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء)

۴۔ دوام العیش فی الائمۃ من القریش (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء)

۵۔ المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء)

۶۔ الطاری الداری لھفوات عبدالباری (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء)

پہلے رسالے میں ہندوؤں کی تحریک پر کئے جانے والے گائے کی قربانی کے جواز و عدم جواز کے متعلق ایک سوال کا جواب ہے۔ مولانا بریلوی نے ہندو سیاست کے مضمرات کو نظر میں رکھتے ہوئے جواب دیا کہ ہندوستان میں ہندوؤں کی بیجا ہٹ بجا رکھنے کے لئے گائے کی قربانی کو یک قلم ختم کر دینا ہرگز جائز نہیں ہے[۲۳] یہی سوال مشہور فقیہ مولوی عبدالحیٔ لکھنوی سے کیا گیا تو انہوں نے سیدھا سادا جواب دے دیا۔[۲۴] بعد میں ہندوؤں کے سیاسی مضمرات کا علم ہوا تو یہی فتویٰ دیا جو مولانا بریلوی نے دیا تھا۔[۲۵] مولانا بریلوی کی سیاسی سوجھ بوجھ اور فقیہانہ بصیرت کو سراہتے ہوئے مولانا شبلی نعمانی کے استاد مولانا ارشاد حسین رام پوری نے یہ مختصر و جامع تبصرہ کیا:۔

الناقد بصیر[۲۶] (پرکھنے والا دیدہ ور ہے)

بظاہر گائے کی قربانی کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا لیکن سیاست پاک و ہند پر جن کی گہری نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ برصغیر کی سیاست میں اس کو اہمیت حاصل رہی ہے۔

۲۳۔ احمد رضا خان: انفس الفکر فی قربان البقر، مطبوعہ بریلی، ص ۹

۲۴۔ ایضاً، ص ۱

۲۵۔ عبدالحیٔ: مجموعہ فتاویٰ، اشاعت اوّل، جلد دوم، ص ۱۴۸۔ ۱۵۵۔

۲۶۔ احمد رضا خان: انفس الفکر فی قربان البقر، مطبوعہ بریلی، ص ۱۰۔

حضرت مجدد الف ثانی (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) نے اس کو شعائرِ اسلام میں سے اہم شعار قرار دیا۔[۲۷] دورِ اکبری میں ہنود کی کوشش سے اس پہ پابندی لگائی گئی۔[۲۸] پھر دورِ جہانگیری میں حضرت مجدد کی کوشش سے یہ پابندی ختم ہوئی اور خود جہانگیر نے آپ کے سامنے گائے ذبح کرائی۔[۲۹] اس کے بعد تحریکِ خلافت اور تحریکِ ترکِ موالات کے زمانے میں (۱۹۱۹ - ۱۹۲۲ء) میں پھر ہنود نے ترکِ گاؤکشی کا سیاسی پلیٹ فارم سے مطالبہ کیا۔[۳۰] جس کی تائید سیاسی پلیٹ فارم سے مسلمان عمائدین نے کی۔[۳۱] مولانا بریلوی نے اپنی سیاسی بصیرت سے ہندوؤں کے مخفی عزائم کو پہلے ہی بھانپ لیا اور روزِ اوّل ہی اس کا سدّباب کر دیا۔ اور اس طرح سلطنتِ اسلامیہ کے لیے راہ ہموار کی۔

رسالہ اعلام الاعلام میں دوسرے علماء سے اختلاف کرتے ہوئے جنہوں نے غیر منقسم ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر سود کو جائز قرار دیا تھا۔ مولانا بریلوی نے ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا اور سود کو حرام، یہ ۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۸ء کی بات ہے۔ ایک عرصہ بعد جب تحریکِ آزادیٔ ہند کے زمانے میں بعض علماء نے ہندوستان کو پھر دارالحرب قرار دے کر مسلمانوں کو ہجرت پر مجبور کیا تو مولانا بریلوی نے سخت مزاحمت کی۔ ان کا خیال تھا کہ جس طرح ہنود نے مسلمانوں کو گاؤکشی ترک کرنے پر اکسایا اسی طرح انہوں نے حکمتِ عملی سے ترکِ وطن پر اکسایا کیونکہ ان دونوں تحریکوں سے ہنود ہی کو فائدہ پہنچا اور

---

۲۷ - احمد سرہندی: مکتوبات، دفترِ اوّل، حصہ دوم، مطبوعہ امرتسر ۱۳۳۲ھ، مکتوب نمبر ۶۵

۲۸ - عبدالقادر بدایونی: منتخب التواریخ، جلد دوم، مطبوعہ لاہور ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء، ص ۳۹۸

۲۹ - (الف) بدرالدین سرہندی: مجمع الاولیاء، مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری، لندن نمبر ۶۴۵

(ب) تزکِ جہانگیری: مطبوعہ لاہور ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۰ء، ص ۶۹۶

۳۰ (الف) محمد سلیمان اشرف: النور، مطبوعہ علی گڑھ ۱۳۴۰ھ ۱۹۲۱ء، ص ۱۱

(ب) محمد عبدالقدیر: "ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام"، مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۲۵ء، ص ۱

۳۱ - خدا بخش: مسلم لیگ، مطبوعہ لاہور ۱۳۵۹ھ/ ۱۹۴۰ء

مسلمانوں کو نقصان اٹھانا پڑا۔ پاک و ہند پر مسلمانوں کی ہزار سالہ حکومت کے بعد مولانا بریلوی اتنی جلدی مسلمانوں کے حق سے دست بردار ہو کر استخلاص وطن کے تمام امکانات کو ختم کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ انہوں نے ہجرت کو مسلمانوں کی معیشت و سیاست دونوں کے لئے تباہ کن قرار دیا اور بعد کے تاریخی واقعات نے اس کو سچ کر دکھایا۔

تیسرے رسالے دوام العیش میں مولانا بریلوی نے مسئلہ خلافت پر بحث کی ہے ۱۹۱۹ء میں تحریک خلافت کا آغاز ہوا، اس تحریک میں جان ڈالنے کے لئے بعض علماء نے خلافت کے لئے قید قرشیت کو ختم کرتے ہوئے سلطان عبدالحمید کو خلیفۂ اسلام اور ان کی سلطنت کو خلافت اسلامیہ قرار دیا۔ شریعت اسلامیہ میں خلیفۂ اسلام اور سلطان وقت کے لئے شرائط اور ان کی اتباع و حمایت کے احکام جدا جدا ہیں۔ مولانا بریلوی کے نزدیک خلیفہ کے لئے شرعاً قریشی ہونا ضروری تھا اس لئے ان کو سلطان ترکی اور سلطنت ترکیہ کی حمایت و تائید سے تو اختلاف نہ تھا البتہ[32] سلطان کو خلیفہ کہنے اور سلطنت، کو خلافت کا نام دینے سے اختلاف تھا۔ جب ۱۹۲۲ء میں خود مصطفےٰ کمال نے سلطنت ترکیہ کو ختم کیا اور سلطان عبدالحمید کو ملک بدر کیا۔[32] تو دعویٰ خلافت کی حقیقت کھل کر لوگوں کے سامنے آگئی اور مسلمانوں کو نصاریٰ کے سامنے شرمسار ہونا پڑا۔ مولانا بریلوی اس تحریک سے عملاً اسی لئے علیحدہ رہے کہ ان کے نزدیک اس کی بنیاد شریعت پر قائم نہ تھی۔ بلکہ وہ اس کو حصول سوراج کی درپردہ کوشش خیال کرتے تھے، مسٹر گاندھی اور ہندوؤں کی

۳۲۔ (ا) اخبار ہمدم (لکھنؤ) شمارہ ۷ نومبر ۱۹۲۲ء

(ب) منور حسین: ملفوظات امیر ملت، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۱۸۱

(ج) خدا بخش اظہر: مسلم لیگ، مطبوعہ لاہور ۱۹۴۰ء

۳۳۔ (ا) السواد الاعظم (مراد آباد)، شمارہ شعبان ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء، ص ۷۔ ۸

(ب) السواد الاعظم (مراد آباد)، شمارہ، جمادی الاوّل ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء، ص ۳۱

(ج) احمد رضا خان: دوام العیش، مطبوعہ بریلی، ص ۱۴۔

حمایت نے اس خیال کو اور تقویت پہنچائی پھر تاریخی و سیاسی واقعات نے اس خیال کی تصدیق کر دی۔
مولانا بریلوی سیاسی استحکام کے لئے معاشی استحکام کو ضروری سمجھتے تھے، دورِ جدید کے عالمی حالات سے ان کے اس خیال کی تصدیق ہوتی ہے۔ ملت اسلامیہ کی معاشی و اقتصادی اور مذہبی و اخلاقی فلاح و بہبود کے لئے انہوں نے چند اہم تجاویز پیش کیں جو ۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۲ء میں کلکتہ اور رام پور سے شائع ہوئیں۔ پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی (ایم۔ ایس کوئنز یونیورسٹی، کینیڈا) نے مولانا بریلوی کی ان تجاویز کا محققانہ جائزہ لیا ہے اور "فاضل بریلوی کے معاشی نکات" کے عنوان سے ایک مقالہ پیش کیا ہے جو ۱۹۷۷ء میں لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔
مولانا بریلوی نے ایک طرف اپنا رسالہ "تدبیر فلاح و نجات و اصلاح" لکھ کر اپنی تجاویز عام کیں تو دوسری طرف انصار الاسلام اور جماعت رضائے مصطفٰے کے نام سے ان کے متبعین نے اصلاحی تنظیمیں قائم کیں اور اس وقت جو وہ کر سکتے تھے کیا۔
۱۹۲۰ء میں مسٹر گاندھی کے ایماء پر تحریک ترک موالات شروع ہوئی جو تحریک خلافت (۱۹۱۹ء) کا تتمہ کہی جا سکتی ہے۔ تحریک خلافت کے زمانے میں ہندو مسلم اتحاد کا جو ایک طوفان اٹھا تھا وہ اب شباب پر پہنچ گیا۔ مسلمان جذبات کی رو میں بہہ رہے تھے اور سارے سیاسی فوائد ہندو حاصل کر رہے تھے، مسلمان عوام و خواص اپنی سادگی اور سادہ لوحی کی وجہ سے اس کو محسوس نہ کرتے تھے مگر مولانا بریلوی نے یہ بات شدت سے محسوس کی اور مسلمانوں کو ایسے اتحاد سے باز رہنے کے لئے للکارا جو ان کی سیاست و معیشت اور مذہب سب کو ختم کر کے رکھ دے۔(۳۴)

۳۴۔ علمائے دین کی طرف سے ہندو مسلم اتحاد اور مسٹر گاندھی کی حمایت و تائید، مولانا بریلوی کی نظر میں اسلام اور ملت اسلامیہ کے لئے مضر اور ہندوؤں کے لئے مفید تھی، جو کچھ انہوں نے سوچا وہی ہوا۔ حال ہی میں مشہور مستشرق پروفیسر ماسنیوں (۱۸۸۳ - ۱۹۶۲) کا ایک مضمون نظر سے گزرا جس سے معلوم ہوا کہ پروفیسر موصوف علمائے اسلام کی طرف سے مسٹر گاندھی کے مشن کی تائید و حمایت سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے مسٹر گاندھی کو آفاقیت کا علم بردار اور ان کے پیغام کو دنیا کے لئے قابل تقلید قرار دیا۔ علماء حمایت نہ کرتے تو وہ اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوتا۔ مولانا بریلوی

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

چنانچہ انہوں نے شدید علالت کے باوجود رسالہ الحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) لکھا جس میں مسلمانوں کو اس اتحاد کے انجام سے متنبہ کیا اور مخالفین کے عزائم سے خبردار۔ یہ وہ زمانہ تھا جب قائداعظم محمد علی جناح اور علامہ اقبال دونوں خاموش خاموش سے تھے مگر مولانا بریلوی نے نتائج کی پرواہ کئے بغیر جو بات وہ حق سمجھتے تھے اس کا برملا اظہار کیا۔ اور یہ ان کی مذہبی غیرت اور سیاسی جرأت کی دلیل ہے۔

اسی زمانے میں ان کے دوست اور ہندوستان کے مشہور عالم مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مسٹر گاندھی کی سیاست میں الجھ کر ان کے ساتھ ہو گئے۔ اور بعض ایسے اقوال و اعمال ان سے سرزد ہوئے جو مولانا بریلوی کی نظر میں خلاف شرع تھے اور سیاسی حیثیت سے مسلمانوں کے لئے تباہ کن چنانچہ انہوں نے دوست کی دوستی کی پروا کئے بغیر اس طرز عمل پر سخت تنقید کی۔ مولانا بریلوی کی یہ تنقیدات الطاری الداری لھفوات عبدالباری (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء) کے نام سے ان کے صاحبزادے مولانا محمد مصطفٰے رضا خاں نے تین حصوں میں بریلی سے شائع کر دیں۔ ان تنقیدات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا بریلوی اظہار حق میں مخالف و موافق کی پروا نہ کرتے تھے۔

مولانا بریلوی کے نزدیک ہندو، عیسائی، یہودی، آتش پرست سب مسلمانوں کے دشمن ہیں، ان میں سے کسی ایک کو اپنا دوست سمجھنا سخت سیاسی غلطی ہے، یہ بات ممکن ہے کہ ۱۹۲۰ء میں سمجھ میں نہ آتی ہو لیکن اب جبکہ ملت اسلامیہ بیسیوں نشیب و فراز سے گزر چکی ہے اور گزر رہی ہے، یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی جا رہی ہے۔ مولانا بریلوی کہتے ہیں:

کافر، ہر فرد و فرقہ دشمن مارا   مرتد، مشرک، یہود و گبر و ترسا۔[۳۵]

بقیہ حاشیہ

کے اندیشے اور اندازے صحیح تھے۔

GIULIO BASETTI SANI: PROPHAT OF INTER-RELIGIOUS RECONCILIATION, CHICAGO, 1974, PP. 202 - 218 (مسعود)

۳۵- احمد رضا خاں: الطاری الداری، حصہ سوم، مطبوعہ بریلی، ص ۹۹۔

مولانا بریلوی حریت و آزادی کے لئے جو راہ متعین کر گئے تھے اس پر ان کے صاحب زادگان، خلفاء تلامذہ اور متبعین گامزن ہوئے۔ ۱۹۲۵ء میں مولانا بریلوی کے خلیفہ مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی (۱۳۶۷ھ ۱۹۴۸ء) نے الجمعیۃ العالیۃ المرکزیہ (آل انڈیا سنی کانفرنس) کے نام سے ایک تنظیم کی بنیاد رکھی جس نے (۳۶) آگے چل کر پاکستان کے لئے قابل قدر خدمات انجام دیں۔ ۱۹۴۶ء میں بنارس میں اس کے تاریخی اجلاس ہوئے۔ ۲۹ اپریل ۱۹۴۶ء کے اجلاس میں یہ قرارداد پاس ہوئی۔

"آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبۂ پاکستان کی پرزور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہل سنت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن کریم اور حدیث نبوی کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو" (۳۷)

ہندوستانی نقطۂ نظر سے شاید یہ بات اچھی نہ معلوم ہو کہ ایک ہندوستانی مسلمان عالم ہندو مسلم اتحاد کے خلاف بات کہے یا ہندوستان میں اسلامی حکومت کے قیام کا خواب دیکھے۔ لیکن عملی زندگی میں دیکھا یہ گیا کہ سیاسی طور پر اتحاد کے جو مخالف تھے معاشرتی زندگی میں انہوں نے ہندوؤں کا بائیکاٹ نہیں کیا لیکن جو لوگ اتحاد کی بات کرتے تھے انہوں نے معاشرتی زندگی میں مسلمانوں کا نہ صرف بائیکاٹ کیا بلکہ ان کے ساتھ نہایت ذلت آمیز سلوک روا رکھا۔ زبانی دعوے اور عملی مظاہرے میں بڑا فرق تھا۔ رہا ہندوستان میں اسلامی حکومت کا قیام۔ جب ہندوستانی ہندوؤں نے سوراج اور ہندو اسٹیٹ کی بات کی تو اس کو گناہ نہ سمجھا گیا تو اگر ہندوستانی مسلمانوں نے اسلامی حکومت کی بات کی تو اس کو بھی گناہ نہ سمجھنا چاہیئے۔ دونوں نے اپنے اپنے گھر میں رہن سہن کی بات کی۔

۳۶۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ کریں۔

(ا) محمد جلال الدین: خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء

(ب) محمد مسعود احمد: تحریک آزادئ ہند اور السواد الاعظم، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء

۳۷۔ سید محمد محدث: خطبۂ صدارت جمہوریہ اسلامیہ، مطبوعہ مراد آباد ۱۹۴۶ء ص ۲۹

اس میں کیا برائی تھی ؟

اسلامی نقطۂ نظر سے ہندو مسلم عدم اتحاد کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ ہندو رعایا کو معاشی یا مذہبی حیثیت سے دل شکستہ کیا جائے مگر سوراج یا ہندو اسٹیٹ کا یہ مقصود معلوم ہوتا ہے کہ وہاں مسلم رعایا معاشی و مذہبی طور پر دل شکستہ رہے۔ پاک و ہند کی ۲۲ سالہ تاریخ ان حقائق پر گواہ ہے۔ (جاری)